

اقتباس از تفسیر "المقام المحمود"

ذیل کا مضمون امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی رحمہ اللہ کے اعلیٰ تفسیر "المقام المحمود" جزء اول سے اقتباس ہے۔ امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی کسی تعارف کے محتاج نہیں آپ کا نام نامی ہی ہر دشمن و دوست کے سامنے تعارف کے لئے کافی ہے ایسا کیوں نہ ہو جبکہ آپ نے (بعد از اسلام) اپنی پوری زندگی قرآن کریم کے کتاب انقلاب اور دین اسلام کے دین انقلاب ہونے کو واضح کرنے پر صرف کی، آپ نے اپنی تمام علمی و عملی قوتیں اسی میں مبذول فرمائیں جس سے کفر و امتہ الکفر کے ایوانوں میں ایسا ترزلزل برپا ہوا جسے رہتی دنیا نے تاریخ کے سنہرے حرفوں میں ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا۔ ذیل کا مضمون قارئین کی علمی احتفاظ و التذاذ کو دو بالا کرنے کے لئے پیش کیا جا رہا ہے جس سے یہ واضح طور پر سمجھ میں آتا ہے کہ قرآن کریم پر کما حقہ عمل کرنے سے علمی و عملی انقلاب ضرور پیدا ہوتا ہے یہی حال پورے قرآن کریم کی نصوص کا ہے۔ بشرطیکہ اللہ تعالیٰ فقاہت فی الدین و فہم کامل سے نوازے۔ قیاس کن زگلستان من بہار مر۔

وَاللّٰهُ وَدَّاعٌ بَدِیْقٌ

ارلئک الذین اشتروا الضللة بالهدی والعذاب بالمغفرة فما اصبرهم علی النار (۱۴۵) ذالک بان اللہ نزل الکتب بالحق وان الذین اختلفوا فی الکتب لفی شقاق بعد (۱۴۶)

یہی ہیں جنہوں نے خرید انگریز کو بدلے ہدایت کے اور عذاب بدلے بخشش کے، سو کس قدر صبر کرنے والے ہیں دوزخ پر۔ یہ اس واسطے کہ اللہ نے نازل فرمائی کتاب سچی اور جنہوں نے اختلاف ڈالا کتاب میں وہ بے شک ضد میں دور جا پڑے۔

صد اقت کے بجائے گمراہی میں جا پڑے اور کس قدر دیر ہیں کہ دیدہ و دانستہ آگ سے کھیل رہے ہیں اور خرید رہے ہیں۔ دنیا میں انقلاب کے وقت پہلے پہلے یہ لوگ جل

جائیں گے اور آخرت میں بھی ان کے لئے نجات نہیں ہے۔ کیونکہ انہوں نے ہدایت کا راستہ روک رکھا تھا۔ ذلک بان اللہ کیونکہ کتاب الہی تو ضرورت رفع کرنے کے لئے آئی ہے، لوگوں کو اس کتاب کی سخت ضرورت تھی اور اس کے احکام کے سوائے ترقی نہ کر سکتے تھے، ان لوگوں نے اختلاف کر کے بات کو بگاڑ دیا اور اب سمجھ میں نہیں آتی کہ حق بات کیا تھی۔ غرض مسلمانوں کے لئے تنبیہ ہے کہ وہ صرف ظاہری پاکی پر نظر نہ رکھیں، بلکہ باطنی صفائی بھی کرتے رہیں۔

اب تدبیر منزل کا باب شروع ہوتا ہے یعنی ایمان کے بعد سب سے بڑا کام مال کی حفاظت ہے، یعنی مال کسب کر کے اس کو اپنی جگہ پر خرچ کریں۔

لیس البر ان تولوا وجوهکم قبل المشرق والمغرب ولكن البر من امن بالله و الیوم الاخر والملئكة والکتاب والنبيين

نیکی سمجھ سہی نہیں کہ منہ کرو اپنا مشرق کی طرف یا مغرب کی طرف لیکن بڑی نیکی تو یہ ہے جو کوئی ایمان لائے اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور سب کتابوں پر اور پیغمبروں پر۔

نیکی کی روت یہ نہیں کہ تم مشرق یا مغرب کی طرف نماز پڑھو بلکہ نیکی کی روت یہ ہے اللہ اور یوم آخر الخ سب پر ایمان لاکر مشکلات میں اپنے اللہ کو یاد کرو الخ۔ اب شہری زندگی کی کیفیت بتلائی جا رہی ہے کہ تم اپنے نصب العین میں اس قدر سرگرم رہو اور اس قدر کھاد کہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں عزیز و اقارب الی سب میں اپنا مال صرف کرو اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ انسان اس قدر کھادے کہ اپنے اہل و عیال کو کھانے کے بعد اس کے پاس اس قدر بچے کہ وہ باقی مسلمانوں کی خبر گیری کرتا رہے۔ و اقام الصلوٰۃ و اتی الزکوٰۃ نماز و زکوٰۃ کا حکم ہے، زکوٰۃ بغیر عمارت نبوت کے ممکن ہی نہیں غرض اس سے سلطنت کی بنا پڑی۔ والموفون الخ اس میں سمجھو کہ حکومت کرنے میں غیر ملکی دول سے معاہدے بھی کرنے پڑیں گے اس لئے شروع سے وعدہ وفائی کی عادت

ڈالنے کی تعلیم دی جا رہی ہے۔ الصابرین الخ جس قدر مشکلات تم پر آئیں ان پر صبر کرو اور رات دن اپنے کام میں لگے رہو۔ اولئک الذین صدقوا میں لوگ، میں جنہیں اپنے آپ پر اعتماد ہے اور یہی لوگ، میں غلام پائے ہوئے اور یہ کامیابی کے طریقے ہیں۔ ان سے انسان ترقی کر کے حکومت تک پہنچ جاتا ہے۔ یہ تدبیر منزل کا اعلیٰ درجہ ہے ابتدائی درجہ جس سے سوسائٹی بنتی ہے وہ اپنے ہاتھ سے کھانا اور دوسروں پر اعتماد نہ کرنا اور حلال طیب کھانا ہے جس سے تفکرات بھی اچھی پیدا ہوتی ہیں اور اس سے اجتماع انسانی بنتا ہے۔ اس میں نوع انسان مشترک ہے اس درجہ میں اختلاف پیدا کرنے سے لوگوں میں افتراق پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ سخت گناہ ہے، کیونکہ اجتماع کی ضد ہے، اختلاف کے وقت ایک قوت فیصلہ محفوظ ہونی چاہیے، جب اختلاف ہو تو اسی کے آگے سر تسلیم خم ہونا چاہیے۔ وہ کتاب الہی ہے، کتب الہیہ اس لئے نازل ہوتی ہیں کہ اختلاف کے وقت ہر ایک کو ان کی بات ماننی چاہیے۔ اب اگر اصل کی تاویلیں کر کے اس کے دو معنی لئے جائیں پھر اجتماع قائم بھی نہیں رہ سکتا اس لئے ایسے لوگوں کی یہاں سخت مذمت آئی اور یہ ابتدائی درجہ اجتماع کا ہے کہ اپنے ہاتھ سے کھانا اور اس کو قاعدہ کے اندر خرچ کرنا یہ درجہ شہری اور بدوی زندگی میں مشترک ہے۔ اس مشترکہ زندگی انسانیت میں جو اختلاف ڈالے اور قوت فیصلہ بھی محفوظ نہ رہے یعنی کتاب سماوی میں اختلاف کر بیٹھیں تو ایسی جماعت کبھی ترقی نہیں کر سکتی اور یہ درجہ ابتدائی تدبیر منزل کا تھا۔ اب لیس البر سے درجہ راقی شروع ہوتا ہے، اس میں شہری زندگی کے مراتب خلافت تک بیان کئے ہیں۔

واتی المال علی حبه ذوی القربی والیتمی والمسکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب واقام الصلوة واتی الزکوة والموفون بعہدہم اذا عاہدوا والصبرین فی الباساء والضراء وحين الباس اولئک الذین صدقوا واولئک هم المتقون ۱۷۷

اور دے مال اس کی محبت پر رشتہ داروں کو اور یتیموں کو اور محتاجوں کو اور مسافروں کو اور مانگنے والوں کو اور گردنیں چھڑانے میں اور قائم رکھے نماز اور دیا کرے زکوٰۃ اور پورا کرنے والے اپنے اقرار کو جب عہد کریں اور صبر کرنے والے سختی میں اور تکلیف میں اور لڑائی کے وقت۔ یہی لوگ، ہیں سچے اور یہی ہیں پرہیزگار۔

کام کرنے کے دو طریقے ہوتے ہیں، ابتدائی درجہ پڑھ کر لوگوں کو تعلیم دے دوسرے یہ کہ چونکہ لوگوں کو سلطنت پسندی کا خیال ہے ذرا اپنے آپ کو اونچا رکھیں اور طمع میں فقیروں سے محبت وغیرہ ہو تو اس دوسرے درجہ والے آدمے کے پاس ادنیٰ و اعلیٰ لوگ جمع ہو جائیں گے، مگر اس کے مرنے کے بعد پھر وہی سلطنت پیدا ہو جائے گی اور تیسرا درجہ ہے کیف یا اتفاق زندگی گزارنی اور کوئی نسب العین اس کے آگے نہیں تو یہ خارج از بحث ہے مگر پہلے درجہ والا آدمی ایک بڑا انقلاب ذہنی پیدا کر دے گا اور اس کے بعد ترقی شروع ہو جائے گی اور ذہنی پریشانی ہمیشہ کھانے سے اور قاعدہ کے اندر خرچ کرنے سے پیدا ہوتے ہیں تو لابدی امر ہے کہ صحیح طریقے کھانے اور خرچ کرنے کے سکھائے جائیں اور محرمات مقرر کر دیئے جائیں تاکہ زائد کم نہ ہوں تو یہ اجتماع کا اہم جزہ ہے اور جب ارتقائی تمدن کا دور آئے گا تو اس کی یہ حالت ہوگی کہ اتنا کھائے جس سے ذوی القربیٰ و المساکین وغیرہ پر خرچ کر سکے۔ مسلمانوں نے اپنے دور ترقی میں بہت کچھ کر کے دکھایا۔

منشی ذکاء اللہ شمس العلماء تاریخ ہند میں لکھتا ہے کہ سلطان غیاث الدین تغلق (سنہ ۱۳۲۰ء تا سنہ ۱۳۲۵ء) اپنے انعام سے کل خواص و عوام کو مستفید کرنا چاہتا تھا۔ جب کوئی فتح نامہ آتا یا بیٹھا پیدا ہوتا یا شہزادوں کی تقریبات شادی ہوتیں تو شہر کے صدور، اکابر علماء، فقیہوں، مدرسوں، معلموں کو اپنے دولت سرا میں طلب کرتا اور ان کے مرتبہ کے موافق انعام دیتا اور گوشہ نشینوں اور مشائخ کو جو حاضر نہ ہو سکتے تھے اس کے پاس یہ فتوح بھجوا دیتا۔ غرض بادشاہ کو جو خوشی ہوتی اس کا حصہ سب کو پہنچا دیتا، اگرچہ

تھوڑا دیتا تھا مگر بہت آدمیوں کو دیتا تھا اور بار بار دیتا تھا اس سبب سے ہر شخص کو بہت کچھ مل جاتا تھا کہ اہل محکمت آسودہ اور سخی ہوں اور رعایا اور لشکر فراغت سے رہیں اور لوگ گدائی چھوڑ دیں اور کسب معاش میں مشغول ہوں اور سلطان فیروز شاہ کا حکم تھا کہ شہر میں کسی کاروبار کو پنہار کا آدمی بے کار ہو تو اس کا حال دریافت کر کے کو تووال شہر بادشاہ کے رو برو لائے۔ کو تووال شہر محلہ داروں سے ایسے بے کار آدمیوں کا حال تحقیق کرتا بعضے ایسے بھلے مانس بھی بے کار ہو جاتے کہ شرم کے مارے اپنے احتیاج کو زبان پر نہ لاتے۔ ان کو اور آدمیوں کو جو اپنی بے کاری کا اظہار کرتے تحقیقات کے بعد کو تووال بادشاہ کے رو برو لاتا بادشاہ ہر بے کار کو حسب حیثیت برسر کار کر دیتا اگر اہل قلم ہوتے تو کارخانوں میں بھیج دیتا اگر کارکن غافل ہوتے تو ان کو "خانِ جہان" (وزیر اعظم) کے حوالے کرتا وہ ان کو کار دیتا۔ بادشاہ کو معلوم ہوتا تھا کہ آدمی بے کار رہنے سے کیا کیا خونِ جگر پیتا ہے اس لئے ان پر یہ نوازش کر کے ان کو غم سے نجات دلوانا اور اس کے دواخانہ مفت تھے اور بڑے بڑے اوقات تھے جس سے خیرات کی مد میں روپیہ جاتا تھا۔

اور سلطان سکندر لودھی نے مختلف شہروں میں خدا ترس مستم مقرر فرمانے کہ وہ خزانہ شاہی سے محتاجوں کے احتیاج کو دور کریں۔

اور سلطان شیر شاہ ---- نے تمام ممالک میں لنگر خانے جاری کرائے جب نقارہ شاہی بجتا اور بادشاہ روٹی کھانے کی تیاری کرتا تو شاہی نقارہ کی آواز سن کر دور کے نقارہ والا نقارہ بجاتا اور اس طرح تمام ملک میں اسی وقت نقارہ بے ج جاتے تھے اور لنگر کھل جاتے تھے، ہر شخص وہ روٹی ---- کھاتا اور ہندو کے جدا اور مسلمانوں کے کھانے کا جدا انتظام تھا۔

يا ايها الذين امنوا كتب عليكم القصاص في القتلى الحر بالحر والعبد بالعبد والانثى بالانثى فمن عفى له من اخيه شي فاتباع بالمعروف واداء اليه باحسان ذالك تخفيف من ربكم

ورحمة فمن اعتدى بعد ذالك فله عذاب الیم (۱۷۸)

اے ایمان والو! فرض ہوا تم پر قصاص (برابری کرنا) مقتولوں میں۔ آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت۔ پھر جس کو معاف کیا جائے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ بھی تو تابعداری کرنی چاہیے موافق دستور کے اور ادا کرنا چاہیے اس کو خوبی کے ساتھ۔ یہ آسانی ہوئی تمہارے رب کی طرف سے اور مہربانی پھر جو زیادتی کرے اس فیصلہ کے بعد تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔

اب تدبیر منزل سے آگے سیاست مدنیہ ہے جب حکومت آگئی تو مساوات کی تعلیم دی جا رہی ہے تاکہ عدل و انصاف ملک میں قائم کر سکیں جو اس کا مقصد اعلیٰ ہے۔ حر آزاد قوم کا ایک فرد۔ عبد جو لڑائی میں گرفتار ہو کر آئے اور اسے غلام بنالیا جائے۔ انشی عورت یعنی اگر تمہارے قبیلہ سے کوئی مارا جائے تو لہر بالہ لہر قتل کی جانی چاہیے۔ غرض اسلام نے سزا دینے میں مساوات کا پہلو ہاتھ نہ نہیں چھوڑا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے پرانے زمانہ کے اسی قسم کے قوانین کا ذکر کر دیا جائے۔

(۱) ملک چین کے قدیم قانون میں اتفاقیہ خطاؤں اور معصومانہ بد اعمالیوں کی سزا قصد جرائم کی سزائوں کی طرح سختی کے ساتھ دی جاتی تھیں۔

(۲) جنوبی ایشیاء کی رہنے والی اکثر قوموں میں اگر کسی شخص کو شیر مار ڈالتا تو جب تک اس شیر کو یا اس کی جگہ دوسرے شیر کو بطریق انتقام مار کر لیتے تو تمام خاندان ہلاکت کی ذلت محسوس کرتا رہتا حتیٰ کہ اگر کوئی شخص کسی درخت سے گر کر مر جاتا تو اس کے رشتہ دار اس درخت کو کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے اور ٹکڑوں کو منتشر کر کے اس کی وفات کا بدلہ لیتے۔

(۳) قدیم زمانہ میں یونانی حکماء بھی غلام جو کسی کو مار ڈالے تو اسے متوفی کے رشتہ داروں کے سپرد کر دیتے اور اگر ان سے کسی نے کسی کو زخمی کر دیا تو وہ مجروح کے حوالہ کر دیا جاتا، لیکن کسی حالت میں اس پر لحاظ نہ کیا جاتا کہ کس وجہ سے متوفی کی جان گئی

ہے یا مجروح کیوں زخمی ہوا ہے اور نہ اس امر کی تحقیقات کی جاتی کہ آیا اس فعل میں غلام کا کچھ قصور بھی تھا یا نہیں۔ اس قسم کی لاپرواہی غلاموں ہی تک محدود نہ تھی بلکہ کسی جانور یا غیر متحرک شئی سے بھی اگر کوئی موت وقوع میں آ جاتی تو اس کو سرحد سے باہر نکال کر پھینک دیا جاتا اور کفارہ بھی ادا کیا جاتا۔

(۴) رومیوں کے نزدیک بھی ہر صورت میں متوفی کے رشتہ داروں کو انتقام لینے کا سلسلہ حق حاصل تھا اور اگر اشتعال میں قاتل کو قتل بھی کر ڈالیں تو سزا واجب نہ ہوتی۔ رومیوں کے مشہور دوازدہ (۱۲) اصولوں میں مندرج ہے کہ اگر کسی بچے غلام، جانور یا غیر ذی روح شئی سے کوئی نقصان پہنچے تو اس کو اس شخص کے حوالہ کر دیا جائے، جس کو نقصان پہنچا ہے اور نقصان کا معاوضہ بھی ادا کر دیا جائے۔

(۵) یہودی قانون میں بھی انتقام اور خون بہا کا اصول سلسلہ طور پر پایا جاتا ہے۔ مواخذہ لینا ان کا عام دستور تھا، اگر کوئی بیل کسی مرد یا عورت کو اپنے سینگوں سے اس قدر زخمی کرے کہ وہ مر جائے تو یقیناً اس بیل کو سنگسار کر دیتے اور اس کا گوشت کھایا نہ جاتا۔ اگر شئی مرتکب جرم سے مالک کی غفلت سے نقصان پہنچا تو مالک کو قطعی آزاد نہیں چھوڑتے تھے بلکہ اس کو تمام نقصانات کا جو کسی خطرناک جانور سے وقوع میں آئے بشرطیکہ وہ اس جانور کے بد مزاجی سے واقف رہا ہو ذاتی طور پر ذمہ دار قرار دیا جاتا تھا۔ مثلاً کسی بیل نے کسی شخص کو اس قدر زخمی کر دیا کہ وہ مر گیا تو اگر بیل کی عادت پہلے سے تھی اور مالک کو اس کا علم تھا تو مالک کو اس قتل کا ذمہ دار قرار دیا جاتا اور یا تو وہ قتل کیا جاتا یا اس کو خون بہا ادا کرنا پڑتا لیکن اگر بیل کو مارنے کی عادت صرف چند روز پہلے سے ہو گئی تھی اور مالک کو اس کی اطلاع نہ تھی اور بیل کا بند کرنے کا مالک کو موقع نہ ملا تھا تو ایسی حالت میں ایک کو ذمہ دار قرار دیتے صرف بیل کو سنگسار کر دیتے۔

یہودیوں میں انتقام کا طریقہ بھی سخت تھا، آنکھ کے بدلے آنکھ، دانت کے بدلے دانت، ہاتھ کے بدلے ہاتھ، پاؤں کے بدلے پاؤں کا مقابلہ کیا جاتا تھا،

اتفاقیہ حوادث کا بدلہ اس طور پر نہیں لیا جاتا تھا، اتفاقی نقصان میں معافی کی گنجائش بھی تھی۔

ولکم فی القصاص حیوة یا ولی الالباب لعلکم تتقون (۱۷۹)

اور تمہارے واسطے قصاص میں بڑی زندگی ہے اے عقلمندو تا کہ تم بچتے رہو۔

عقل مند جانتے ہیں کہ اس مساوات ہی میں زندگی ہے، یعنی اگر تم قوانینِ الہی پر عمل کرو گے تو تمہاری قوم میں زندگی کے آثار پیدا ہوں گے اور اگر پھر جاہلیت کے قانون اختیار کر لیں تو تمہاری حالت انہی کی طرح دوبارہ ابتر ہو جائے گی۔